سیر و سوانح

مولانا فخرالدّین زرّادی

چودھویں صدی کے ایک متبحر عالم

ڈاکٹر شیخ عبداللطیف

چودھویں صدی عیسوی کا ہندوستان کئی اعتبار سے سلاطین دہلی کی تاریخ میں بڑی اہمیت اور دلچسپی کا حامل ہے۔ یہ زمانہ ہندوستان میں خاص طور سے علوم و فنون کی ترقی کے لئے ممتاز ہے۔ وہ صوفیا و علما، جو اس دور کی سماجی اور علمی ترقی کے لئے مشہور رہیں ان میں مولانا فخرالدین زرادی ایک بلند مقام رکھتے ہیں پیش نظر مضمون فخرالدین زرّادی کی حیات اور ان کے کارناموں کا ایک جائزہ ہے، جو ان کی خودداری، علمی گہرائی اور صوفیانہ مزاج کی عکاسی کرتا ہے۔ مولانا ۱۳ویں صدی کے آخیر یا چودھویں صدی کے شروع میں سامانہ کے ایک غیر معروف خاندان میں پیدا ہوئے[۱] ابتدائی تعلیم سامانہ میں ہوئی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دہلی آئے اور وہاں انھوں نے مولانا فخرالدین ہانسوی کے مدرسہ میں داخلہ لیا[۲] معاصر مورخین کے بقول مولانا ہانسوی دہلی کے معروف مدرس اور ایک معتبر عالم تھے۔ وہ فقہ اور حدیث پر گہری نظر رکھتے تھے اور طلبا انھیں موضوعات کا آپ سے سبق لیا کرتے تھے۔ مولانا فخرالدین زرّادی نے آپ سے فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ کا درس لیا اور بہت جلد فقہی علوم میں مہارت حاصل کر لی۔ ایسی مہارت کہ دہلی کے علمی حلقوں میں ان کی ذہانت، اعلیٰ فراست اور تدبر کا چرچا ہونے لگا۔ شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی[۳] جو اکثر مولانا فخرالدین ہانسوی

۱؎ ملاحظہ ہو خیرالمجالس از حمید قلندر، تصحیح پروفیسر خلیق احمد نظامی، ص ۲۶۲ ۲؎ سیرالاولیاء از میر خورد، مطبع محب ہند دہلی، ۱۳۰۲ھ، ص ۲۷۳ و اخبار الاخیار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند ص ۲۹۰ ۳؎ شیخ نصیرالدین (۱۲۷۶ - ۱۳۵۶ء) اودھ کے رہنے والے تھے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے مدرسہ آیا کرتے تھے[۵۱] بیان کرتے ہیں کہ مولانا ہانسوی کے تمام شاگردوں میں فخر الدین زرّادی اور ان کے ہم سبق امیران بورکش نہایت ذہین اور ممتاز تھے[۵۲]

مولانا زرّادی طالب علمی کے دور میں صوفیائے کرام اور ان کے نظریات سے سخت اختلاف رکھتے تھے[۵۳] اور اکثر یہ کہا کرتے تھے "صوفی حضرات اپنی غلط باتوں کو معجزے سے تعبیر کرتے ہیں اور اسے اپنی معاش کا ذریعہ بناتے ہیں[۵۴]"

شیخ نصیر الدین کے بیان کے مطابق سلطان المشائخ بھی ان کے نشتر تنقید سے نہ بچ سکے۔ مولانا زرّادی کے اس رویئے سے شیخ نصیر الدین سخت پریشان تھے۔ انھوں نے اس مسئلہ پر ان سے بات کی اور کہا کہ سلطان المشائخ (شیخ نظام الدین) پر کسی تبصرہ سے پہلے وہ خود ان سے مل کر دیکھیں اور پھر جو رائے قائم کرنا چاہیں کریں[۵۵]۔ نصیر الدین چراغ دہلی کی اس کوشش کے نتیجہ میں بالآخر مولانا زرّادی سلطان المشائخ سے ملنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ایک دن ان کی قیادت میں اپنے ہم سبق رفیق امیران بورکش کے ساتھ سلطان المشائخ کی خانقاہ میں حاضر ہوئے۔ سلام و تعارف کے بعد شیخ نے ان سے پوچھا کہ "کیا پڑھ رہے ہیں" مولانا زرادی نے جواب میں ہدایہ کا نام لیا اور اس کے سبق میں جہاں دشواری تھی اس کا ذکر بھی کیا اور درخواست کی کہ وہ ان نکات کو حل کر دیں۔ اس استفسار کے جواب میں شیخ نے ایک مدلل تقریر کی، جس سے ان کے شبہات رفع ہو گئے اور وہ بے حد متاثر ہوئے[۵۶]

ان کے والد وہاں کے ایک دولت مند تاجر تھے اور اون کا کاروبار کرتے تھے۔ تعلیم مکمل کر کے وہ دہلی آئے اور سلطان المشائخ کی صحبت اختیار کی۔ ان سے خلافت نامہ حاصل کیا اور پھر ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ معاصر مورخین کے بموجب وہ ایک ممتاز صوفی اور چودھویں صدی میں چشتیہ سلسلہ کے قائد تھے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ مقدمہ خیر المجالس۔ صفحات ۲۸ - ۶۷

۵۱ سیر الاولیاص ۲۷۲ ۵۲ ایضاً ۵۳ ایضاً و خیر المجالس، ص ۶۴

۵۴ سیر العارفین، از درویش علی (اردو ترجمہ) گرادن، شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ص ۹۴

۵۵ ایضاً ص ۲۷۳ ۵۶ ایضاً ۲۷۴

اس ملاقات کا مولانا زرّادی پر ایسا گہرا اثر قائم ہوا کہ وہ سلطان المشائخ کی علمی قابلیت اور روحانیت کے قائل ہوگئے۔ اس کے فوراً بعد وہ ان کے مریدوں کی صف میں شامل ہوگئے اور پھر خلافت کے منصب سے نوازے گئے[۱]۔ شیخ سے تعلق کے بعد ان پر روحانیت کا غلبہ ہوگیا۔ انھوں نے طے کیا کہ وہ کوئی سرکاری عہدہ قبول نہیں کریں گے[۲]۔ بعض باتیں شرعی نقطہ سے کھٹکتی بھی ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ وہ عشقِ خدا میں منہمک ہوگئے اور اس کے لئے سخت ریاضتیں کیں[۳]۔ یا یہ کہ وہ سلطان المشائخ سے اس قدر متاثر تھے کہ ماں کے اصرار کے باوجود شادی نہیں کی اور شیخ کی طرح تاعمر مجرد رہے[۴]۔ یا یہ کہ جیسا کہ آگے ہم بیان کریں گے وہ سماع کے جواز کے قائل تھے۔ وغیرہ۔

سوانح نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ روحانیت کے حصول کے لئے انھوں نے اپنے تمام اوقات لگا دیئے، ہم سبقوں کی صحبت چھوڑ دی، اپنی کتابیں اور دیگر مسودے ان کے حوالے کر دیئے اور صوفیوں کے ساتھ رہنے لگے۔ لیکن یہ بات کچھ زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ جو چیز انھیں دیگر چشتی بزرگوں سے نمایاں کرتی ہے وہ ہے ان کی علمی خدمت۔ دہلی کے تعلیم یافتہ حلقے میں ان کا شمار ایک تجربہ کار اور محبت کرنے والے استاد کی حیثیت سے ہوتا تھا۔ وہ حدیث، فقہ اور نحو و صرف کے اچھے استاد تھے۔ اور ہمیشہ ان علوم کی ترقی کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ ملک اور غیر ملک سے علم کے متلاشی ان سے حصولِ علم کے لئے دہلی آتے تھے[۵]۔

ایک مرتبہ بغداد کے ایک عالم بغدادی جو مالکی مسلک سے تعلق رکھتے تھے دہلی آئے اور مولانا سے ملاقات کی اور بطور ہدیہ انھیں دو کتابیں — مجمع البحرین اور تصریف مالکی پیش کیں۔ دوسری کتاب اس سے پہلے دہلی کی علمی دنیا میں غیر معروف تھی[۶]۔ عالم بغدادی ذی علم تھے اور تصریف پر اچھی نظر رکھتے تھے۔ انھوں نے مولانا سے تصریف مالکی کے منہاجاتی پہلو پر جو اس کے مصنف نے استعمال کیا تھا ایک طویل بحث کی۔ میر خورد لکھتے ہیں کہ اس مذاکرہ کے بعد مولانا زرادی

---

[۱] ایضاً ص ۲۷۳ [۲] ایضاً ص ۔ [۳] ایضاً ص ۲۷۵ [۴] ایضاً صفحات ۲۷۵، ۲۷۶، خیر المجالس صفحات ۶۳ ۔ ۶۴، سیر العارفین ص ۹۴ [۵] سیر الاولیاء صفحات ۲۷۶ ۔ ۲۷۸ [۶] ایضاً ص ۲۷۷

نے تصریف مالکی پر ایک تفصیلی حاشیہ تیار کیا تھا جو اپنے طرز کی پہلی کوشش تھی۔ عالم بغدادی نے جو سوال پوچھے تھے مولانا نے ان کا جواب اس خوش اسلوبی سے دیا تھا کہ ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی[1] اور وہ بہت خوش ہوئے۔ مولانا رکن الدین اندپتی کہتے ہیں، یہ پہلے متعلم تھے جن کو مولانا نے تصریف مالکی پڑھایا[2]۔

بحیثیت معلم

مولانا کو لکھنے پڑھنے سے فطری لگاؤ تھا اور وہ شروع ہی سے اس میں غیر معمولی دلچسپی لیتے تھے۔ پوری زندگی علم کے حصول اور اس کی خدمت میں صرف کردی[3]۔ وہ اپنے ہمعصروں کے برخلاف ایک ممتاز مدرس اور لائق مصنف تھے۔ میر خورد لکھتے ہیں کہ وہ اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ میں استاد تھے[4]۔ یہ مدرسہ سلطان المشائخ کی رہائش گاہ کے بہت قریب تھا۔ مولانا کے پسندیدہ موضوعات صرف، حدیث اور فقہ تھے جن کا وہ درس دیتے تھے[5]۔ بہت سے لوگ ان سے فیض یاب ہوئے مگر ان کے جو شاگرد بحثیت صوفی اور عالم کے مشہور ہوئے ان میں قابل ذکر یہ ہیں:۔

شیخ اخی سراج الدین عثمان[6] لکھنوتی (بنگال) کے متوطن تھے کم عمری میں دلی آئے اور سلطان المشائخ کی خانقاہ میں رہنے لگے۔ روحانیت میں دلچسپی رکھتے تھے لیکن سلطان المشائخ نے علم کی کمی کی وجہ سے ان کو خلافت نامہ دینے سے انکار کر دیا۔ مولانا زرادی ان کے پیر بھائی تھے اور ان کی علمی طلب اور ذہانت جس کا وہ خانقاہ میں اکثر اپنے اطوار سے اظہار کرتے تھے، واقف تھے۔ اپنے کم عمر ساتھی پر انھیں ترس آیا اور وہ انھیں پڑھانے کے لئے تیار ہو گئے۔ مولانا فخر الدین زرادی نے فرمایا "میں اسے چھ مہینے میں دانشمند کامل بنا دوں گا" اس طرح شیخ سراج الدین نے کبر سنی میں پڑھنا شروع کیا۔ اپنے عہد کے مطابق مولانا زرادی نے

---

[1] ایضاً ص ۲۷۸ [2] ایضاً ص ۲۷۷ - ۲۷۸ [3] سیر العارفین ص ۹۴ [4] سیر الاولیاء ص ۲۷۹ [5] ایضاً [6] ایضاً ص ۲۹۸ زاخبار الاخبار ص ۹۲

اس قدر توجہ کے ساتھ انھیں پڑھایا کہ وہ چھ ماہ کے اندر دانش مند کی سند کے لائق ہو گئے۔ اس کے بعد وہ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے خود ان سے مختلف موضوعات پر سوال پوچھے اور جب مطمئن ہو گئے تب انھیں خلافت نامہ عطا کیا۔[1] مولانا رکن الدین[2] اندپتی کا ذکر اوپر آچکا ہے یہ مولانا زرادی کے ہونہار شاگرد اور سلطان المشائخ کے خلیفہ ہیں۔ ان کا شمار دہلی کے اچھے استادوں میں ہوتا ہے[3]۔ شیخ قطب الدین دبیر سلطان محمد تغلق کے دربار میں ملازم تھے۔ یہ مولانا زرادی کے شاگرد اور سلطان المشائخ کے ممتاز مرید تھے۔ شیخ دبیر کو مولانا سے بے حد لگاؤ تھا۔ میر خورد کے مطابق ایک بار جب سلطان محمد تغلق نے مولانا زرادی کو دربار میں طلب کیا اور ان کو رسوا کرنا چاہا تو دبیر نے درباری آداب اور سلطان کی خشمناکی کی پروا کئے بغیر ان سے والہانہ عقیدت کا اظہار کیا اور ان کی حفاظت کی پوری کوشش کی۔[4]

مولانا زرادی ایک ماہر استاد ہی نہیں بلکہ ایک متبحر عالم اور اچھے مصنف بھی تھے۔ ان کی پہلی تصنیف غالباً تصریف[5] مالکی پر حاشیہ کی تکمیل ہے۔ اس کے بعد انھوں نے صرف[6] عثمانی تیار کی جو عربی قواعد پر ایک نایاب رسالہ ہے۔ ان کے علاوہ مولانا نے سماع کی مدافعت میں ایک رسالہ اصول السماع[7] مرتب کیا تھا۔ اس رسالہ میں مولانا نے سماع کے مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے اور اسے قرآن اور حدیث کی روشنی میں جائز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

مولانا کی علمی سرگرمی محض حدیث اور فقہ کی تدریس تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ وہ علم طب وغیرہ جیسے علوم عقلیہ سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ انھیں علمی مناظروں میں شرکت کا بھی بڑا شوق تھا۔ ایک بار انھوں نے دہلی کے مشہور عالم فقیہہ مولانا وجیہہ الدین پائلی سے بزودی کے فقہی نکات پر بحث کی۔ اس مناظرے نے بڑا طول کھینچا۔ مولانا وجیہ الدین پائلی جن مقدمات پر تقریر

---

[1] ایضاً ص۲۹۹ [2] ایضاً ص۲۷۷۔۲۷۸ [3] ایضاً ص۲۹۹، مولانا رکن الدین اندپتی نے بھی اپنے استاد مولانا فخر الدین زرادی کے ساتھ شیخ سراج الدین عثمان کو کافیہ، مفصل، قدوری اور مجمع البحرین پڑھایا تھا۔ [4] ایضاً ص۲۸۲ [5] ایضاً ص۲۷۷۔۲۷۸ [6] اس رسالہ کو مولانا زرادی نے اپنے شاگرد رشید شیخ سراج الدین عثمان کیلئے تیار کیا تھا اور اس کا نام انھیں کے نام پر رکھا تھا۔ سیر الاولیاء ص۲۹۸-۲۹۹
[7] ایضاً ص۲۷۹، یہ کتاب مطبع مسلم پریس جھجھر سے ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی۔

کرتے تھے مولانا فخر الدین نہایت اطمینان اور حسن عبارت کے ساتھ ان کے پیش کردہ مقدمات کو رد کر دیتے تھے[1] کہا جاتا ہے کہ ایک بڑی مجلس میں جس میں سلطان المشائخ، مولانا شمس الدین بندہ اور ان کے دونوں بھائی سید لقمان اور سید داؤد موجود تھے، مولانا زرّادی نے طبی قواعد اور اصول پر ایسی مدلل تقریر کی کہ لوگ حیرت زدہ رہ گئے[2] ایک مرتبہ دہلی کے کچھ علماء نے سماع کے موضوع پر مناظرہ کیا اور انھیں بھی اس مجلس میں شرکت کی دعوت دی۔ یہ مناظرہ کافی دیر تک چلتا رہا مگر علماء اس کی حلت و حرمت پر کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکے۔ آخر کو مولانا زرّادی اٹھے اور علماء سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ سماع کی حلت و حرمت جس پہلو پر بھی وہ راضی ہوں وہ اسے ثابت کر دیں گے۔ یعنی وہ اپنے زور استدلال سے اس کی حرمت ثابت کر سکتے ہیں اور حلت بھی[3]

مولانا فخر الدین اور سلطان محمد تغلق

مولانا فخر الدین زرادی اور سلطان محمد تغلق کے تعلقات پر ایک نظر ڈالنے سے ایک طرف تو علماء کی خودداری اور سلطان کی طرف ان کے رجحانات کا پتہ چلتا ہے اور دوسری طرف سلطان کی دینی فطرت، علماء سے سلوک اور اس کی سیاسی حکمت عملی کا اندازہ ہوتا ہے معاصر مصنف میر خورد کے مطابق جب سلطان محمد تغلق دہلی کی آبادی کو دولت آباد (دیوگیر) منتقل کرنے کی فکر میں مبتلا تھا اور ساتھ ہی ترکستان اور خراسان کو زیر و زبر کرنے اور چنگیز خاں کے خاندان کو تہ تیغ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا تو اس نے دہلی اور اس کے اطراف میں رہنے والے تمام صدور و اکابر کو طلب کیا[4] جب سب لوگ جمع ہو گئے تو سلطان نے ایک عظیم الشان خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا تاکہ اس میں دربار کر سکے اور رائے عامہ کو کفار سے جہاد کے لئے ہموار کر سکے۔ دہلی کے جو اکابر اس جلسہ میں شریک ہوئے ان میں مولانا زرّادی، مولانا شمس الدین یحییٰ اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا ذکر خاص طور سے آتا ہے[5]

---

[1] ایضاً ص ۲۸۱ [2] ایضاً ص ۲۷۹ [3] ایضاً ص ۲۸۱ [4] ایضاً ص ۲۸۱ [5] ایضاً

شیخ قطب الدین دبیر جو مولانا زرادی کے عزیز اور معتبر شاگرد تھے اور اپنے استاد کی طبیعت سے واقف تھے جب انھیں دربار میں آتے دیکھا تو اپنی قیادت میں ان کو لے کر دربار کی طرف بڑھے۔ چلتے وقت مولانا نے دبیر سے کہا کہ "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا سر اس شخص (یعنی سلطان) کے سامنے گرد میں لپٹا پڑا ہے۔ میں اس کا کوئی لحاظ نہیں کروں گا اور وہ میری جان نہیں بخشے گا"۔ بادل ناخواستہ شیخ دبیر کی رہنمائی میں مولانا جیسے ہی دربار پہنچے اور جوتے اتار کر سلطان کے سامنے آئے ویسے ہی دبیر نے مولانا کے جوتے اٹھا کر اپنے بغل میں دبا لیے اور دربار کے ایک کونے میں کھڑے ہو گئے۔ سلطان یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا مگر خاموش رہا۔ بات شروع ہوئی تو سلطان نے مولانا سے اپنی مہم کا ذکر کرتے ہوئے کہا "میں چنگیز خاں کے خاندان کو تباہ کرنا چاہتا ہوں، کیا آپ اس کام میں میرا تعاون کریں گے"؟ مولانا نے جواب دیا "انشاء اللہ"، سلطان نے فوراً اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ "شک کا کلمہ ہے"۔ مولانا نے اس کلمے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مستقبل کے لئے یہی آتا ہے اس جواب کو سن کر سلطان بہت پیچ و تاب کھایا مگر اپنے غیض و غضب کو کم کرتے ہوئے موضوع سخن بدلا اور کہا کہ آپ مجھے کچھ اچھا مشورہ دیں تاکہ میں اس پر عمل کروں۔ مولانا نے فرمایا "غصہ نگل جاؤ" سلطان بولا "کون سا غصہ"، انھوں نے جواب دیا "سبعی غضب کو" (درندوں کا غصہ) یہ سن کر سلطان اس قدر غضبناک ہوا کہ ہزار سعی کے باوجود غصہ کے آثار اس کے چہرے سے زائل نہ ہو سکے۔ اس کے بعد سلطان نے کھانے کا حکم دیا۔ دسترخوان سجا دیا گیا تو سلطان مولانا کے ساتھ ایک ہی طباق میں کھانا کھانے لگا۔ سلطان کے ساتھ کھانے سے مولانا کی طبیعت اس درجہ منغض اور مکدر ہوئی کہ سلطان نے محسوس کر لیا۔ اور پھر اس نے ہڈیوں سے گوشت چھڑا چھڑا کر مولانا کے سامنے رکھنا شروع کیا اور وہ بادل ناخواستہ کھانا تناول کرتے رہے۔ کھانے کے بعد مولانا شمس الدین یحیی اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سلطان سے ملنے کے لئے دربار میں لائے گئے۔[1]

---

[1] ایضاً ص ۲۸۲

جب علما دربار سے رخصت ہونے لگے تو سلطان نے ان بزرگوں کے لیے الگ الگ ایک صوف کا جامہ اور ہر ایک کو روپئے کی ایک تھیلی پیش کرنے کا حکم دیا۔ ان بزرگوں نے خلعت اور روپیہ کی تھیلی ہاتھ میں لی اور رخصت ہو گئے۔ مگر جب مولانا زرّادی کی باری آئی تو قبل اس کے کہ ان کے ہاتھ میں جوڑا اور روپیہ کی تھیلی دیں، شیخ دبیر نے ہاتھ بڑھا کر خلعت اور روپئے کی تھیلی خود لے لی۔ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ مولانا اس خلعت اور تھیلی کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ اور اس سے سلطان کو انھیں رسوا کرنے کا بہانہ مل جائے گا۔[۱]

الغرض جب سارے مہمان دربار سے چلے گئے تب سلطان عتاب آمیز لہجے میں دبیر کی طرف متوجہ ہوا اور کہا "اے فریب کار یہ کیسی لغو اور بے جا حرکتیں تجھ سے ظہور میں آئیں"۔ پہلے تو تونے فخرالدین زرّادی کی جوتیاں اپنے بغل میں دبا لیں اور پھر ان کی خلعت اور روپیہ کی تھیلی اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس طرح تونے انھیں مری تیغ جہاں سوز سے بچا دیا اور اپنی جان کے لئے خطرہ مول لے لیا۔ شیخ دبیر نے جواب دیتے ہوئے کہا "وہ میرے استاد اور مخدوم خلیفہ ہیں یہ میرا فرض ہے کہ ان کی جوتیاں تعظیماً سر پر رکھوں چہ جائے کہ بغل میں بھی نہ رکھوں"[۲]

اس واقعہ کے بعد سلطان کا دل مولانا کی طرف سے کبھی صاف نہ ہوا اور وہ مستقل ان کو پریشان کرنے کی فکر میں لگا رہا۔ میر خورد کا بیان ہے کہ جب کبھی مولانا زرّادی کا ذکر سلطان کی مجلس میں ہوتا وہ دست حسرت مل کر کہتا "افسوس فخرالدین زرّادی مری تیغ کے نیچے سے جان سلامت لے گئے"[۳]

دہلی کے علماء اور صوفیا پر سلطان کی طرف سے برابر یہ دباؤ پڑ رہا تھا کہ وہ دہلی سے جا کر دیوگیر (دولت آباد) میں آباد ہوں اس وقت فخرالدین بھی دہلی چھوڑ کر دیوگیر میں آباد ہو گئے۔ کچھ دنوں وہاں رہنے کے بعد انھوں نے حج کا ارادہ کیا اور اپنی اس چاہت کا اظہار اپنے ہم مکتب قاضی کمال الدین، جو اس وقت دیوگیر کے صدر جہاں اور وہاں دینی امور کے سربراہ تھے، سے کیا۔ مگر کمال الدین نے سلطان کی اجازت کے بغیر حج کا سفر نہ اختیار

۱؎ ایضاً ص ۲۸۳ ۲؎ ایضاً ۳؎ ایضاً

کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ ان حالات میں مکہ کا سفر سلطان کی پالیسی کے خلاف ہے کیوں کہ سلطان دیوگیر کو ایک اہم اسلامی مرکز کی حیثیت سے دیکھنے کا خواہش مند ہے جہاں علماء مشائخ اور صدور معارف موجود ہوں[۱]

قاضی کی اس بات کا مولانا پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ حج کے سفر کی کوشش میں لگے رہے۔ حسن اتفاق سے مولانا کے ایک بھتیجے جو اس وقت بہتیون میں رہتے تھے انھیں ایک تقریب میں شرکت کے لئے بہیتون آنے کی دعوت دی اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ دیوگیر سے بہتیون کے لئے روانہ ہوگئے۔ وہاں کچھ دن رکنے کے بعد وہ کوکن تھانہ گئے جو شہر بہتیون سے قریب بحر عرب کے ساحل پر واقع ہے۔ اور پھر وہاں سے تمنائے حج کی تکمیل کے لئے جہاز سے مکہ کا سفر اختیار کیا۔ مکہ پہنچ کر حج کے فرائض پورے کئے اور اس کے بعد بغداد کے لئے روانہ ہوگئے بغداد میں اکابر دین نے ان کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا اور ان سے علم حدیث پر تبادلہ خیال کیا[۲] وہاں سے مولانا وطن کے لئے روانہ ہوئے مگر اس جہاز پر جس کے ذریعہ مولانا دہلی آرہے تھے، کثرت سے شاہی مال جو غالباً بغداد سے دہلی آرہا تھا لدا ہوا تھا، بوجھ کی زیادتی سے جہاز کا توازن قائم نہ رہ سکا اور وہ مع مال اور مسافروں کے غرق ہوگیا۔ اور مولانا جاں بحق ہوگئے[۳]

۱؎ ایضاً ص۲۸۴ ۲؎ ایضاً ص۲۸۵ ۳؎ ایضاً

تفصیلات متعلقہ فارم ۴

رسالہ تحقیقات اسلامی۔ علی گڑھ

۱۔ مقام اشاعت : علی گڑھ

۲۔ وقفہ اشاعت : سہ ماہی

۳۔ پرنٹر، پبلشر، ایڈیٹر : سید جلال الدین عمری

قومیت : ہندوستانی

پتہ : پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ

۴۔ نام اور پتہ مالک رسالہ : ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔

میں سید جلال الدین عمری تصدیق کرتا ہوں کہ جو تفصیلات اوپر دی گئی ہیں میرے علم و یقین کی حد تک صحیح ہیں۔

دستخط : سید صلدل الدین عمری